قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (المائدہ)

کہدے اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے (مائدہ)

حضرت مریمؑ — اور — حضرت مسیحؑ

شیخ محمد متعلق

غلط فہمیوں کا ازالہ

جس میں اُن غلط فہمیوں کی جو حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں رائج ہیں تردید کی گئی ہے اور اِن جملہ اور باتوں کے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسےٰ مسیحؑ بجائز انسانی عمل سے پیدا ہوئے اور اُن کے حقیقی والد کا نام یوسف ہی تھا جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ کوئی یہودی یا عیسائی یا مسلمان اِس کے خلاف میرے اعتراضوں کا جواب دے کر اپنی اپنی مستند کتابوں سے یہ ثابت کرے کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اُسے ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

شریفہ

پیرزادہ شمس الدین

مؤلف

دین قرآن، بارہ حکومت و حکمران - ادعیۃ القرآن فی آیاتِ رحمٰن۔ تعویذات قرآن وغیرہ

بار اوّل ایکہزار — بروائی ۱۹۵۶ء — قیمت فی جلد عہ روپے

حضرت عیسٰےؑ کو رفع سے پہلے طبعی موت سے وفات دینے کا سچا ہو کر رہے چنانچہ وُہ صلیب کی لعنتی موت سے بچ کر بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے۔ دوسری حکمت یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کی یہ دُعا "پھر ذرا آگے بڑھا اور مُنہ کے بل گر کر یوں دُعا کی کہ اَے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے" (متی ۲۶ - ۳۹) مقبول ہو کر رہے درحقیقت حضرت مسیحؑ صلیب کی موت سے اِس وجہ سے ڈرتے تھے تاکہیں جھوٹا نبی اَور ملعون نہ ہونے پاؤں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو صلیب کی لعنتی موت سے بچا لیا تیسری حکمت یہ تھی کہ حضرت مسیحؑ کا نشان دینے کا یہ وعدہ کیونکہ جیسے یونا ہ تین رات دِن مچھلی کے پیٹ میں رہا دیسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا (متی ۱۲ - ۴۰) پورا ہو کر رہے کیونکہ زمین کے اندر مر کر رہنا کوئی نشان نہیں ہو سکتا بلکہ زندہ ہی رہ کر نشان ہو سکتا ہے چنانچہ صلیب کے واقعہ کے بعد حضرت مسیح زندہ ہی زمین کے اندر رہے اور زندہ ہی باہر نکلے اور زندہ ہی اپنے شاگردوں سے ملے اُور اُنہیں اپنے جسم کے زخم دکھائے اور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے جیسا کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہی کنواں میں گئے اور زندہ ہی باہر نکلے اور زندہ ہی اپنے بھائیوں سے ملے اَور بعد ازاں اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے مگر افسوس یہودی یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرنے

Marfat.com

کی وجہ سے ملعون ہوئے۔ لہٰذا وہ جھوٹا نبی تھا۔ اور عیسائی یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مرنے کی وجہ سے ملعون تو ضرور ہوئے مگر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے اور مسلمان یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہی آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے حضرت مسیحؑ کے زندہ رہنے کے اس نشان کو صرف اس وجہ سے جھٹلاتے ہیں تاکہ اُن کے اعتقادات جھوٹے ثابت نہ ہونے پائیں صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ لوگ حضرت مسیحؑ کے اس نشان کو سچا مان لیں تو پھر اپنے غلط عقائد پر قائم نہیں رہ سکتے خدا جانے جب حضرت یونسؑ کے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنے کے نشان کو سچا مانا جاتا ہے تو پھر کس واسطے حضرت مسیحؑ کے زمین کے اندر زندہ رہنے کے نشان کو جھٹلایا جاتا ہے۔ آخر انسان کو کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیئے کیونکہ مقدس بائبل اور قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف غلط عقائد پر جمے رہنا کوئی عقلمندی نہیں ہوتا بھر میں سرسید احمد مرحوم کے ہم خیال اور احمدیہ جماعت کے لوگ ہی حضرت مسیحؑ کے اس نشان کو سچا مانتے ہیں کیونکہ حضرت مسیحؑ بعد ازاں اپنی طبعی موت سے مسلمانوں کا تیرھواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کی بجائے دوسرے شخص کا صلیب وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (النساء ع۲) اور انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے صلیب پر مارا مگر وہ اُن کے لئے (مردہ) کے مشابہ بنا دیا گیا (۴ - ۱۵۷) اس آیت کی تفسیر کرتے وقت جب علمائے

Marfat.com

اسلام نے بعض عیسائی فرقوں کا یہ قول پایا کہ شمعون یا یہودا کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا تو انہوں نے جھٹ قرآن کے معنی بدل دیئے اور یہودا یا شمعون کو مشبہ اور حضرت عیسیٰؑ کو مشبہ بہ اور یہودا یا شمعون کی تبدیل صورت کو وجہ تشبیہ قرار دے دیا۔ حالانکہ تشبیہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں ایک مشبہ ایک مشبہ بہ ایک وجہ تشبیہ ایک مشبہ لہٗ مگر یہاں صرف مشبہ بہ محذوف ہے اور وہ مُوتٰی ہے اور وجہ تشبیہ وہ حالت ہے جو حضرت عیسیٰؑ پر طاری ہوئی تھی جس کے سبب وہ مُردہ تصوّر ہوئے تھے۔ پس تقدیر آیت یہ ہے وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بِالْمَوْتٰى اس کی زیادہ تشریح اسی آیت کے اگلے لفظوں سے ہوتی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا

لہ حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی بناوٹ بدلتی نہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم ع) خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردّ بدل نہیں ہو سکتا (۳۰-۳۰) مگر اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے یہودا یا شمعون کی صورت کو حضرت مسیح کی شکل میں بدل دیا۔ گویا خدا نے نعوذ باللہ دھوکا دے کر اُن میں سے ایک کو تو بغیر کسی قصور کے صلیب کی موت سے مروا دیا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں کے خوف کی وجہ سے زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیا تاکہ یہودی انہیں دوبارہ پکڑ کر صلیب پر نہ لٹکا سکیں جس سے اللہ تعالیٰ کی شان پر یہ حرف آتا ہے۔ کہ کیا وہ بغیر آسمان پر لے جانے کے انہیں زمین پر نہیں بچا سکتا تھا؟ حالانکہ کسی نبی کو اس کے دشمنوں کے خوف کی وجہ سے آسمان پر نہیں اُٹھایا گیا۔ حتیٰ کہ آنحضرت کو بھی سب کو اُن کے دشمنوں سے اسی زمین پر ہی بچاتا رہا مگر افسوس برادران اسلام اس پر بھی حضرت عیسیٰؑ کو سنت اللہ سے باہر رکھتے ہیں۔ اور اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ

Marfat.com

اِتِّبَاعَ الظَّنِّ (النساء ع) اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اس کے متعلق اختلاف کیا اس بارے میں شک میں ہیں ان کو اس کا کچھ علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں (۴-۱۵۶) اختلاف کرنے والے لوگ یہود و نصاریٰ دونوں ہیں سو تاریخ سے ثابت ہے کہ فی الواقع دونوں شک میں رہے اور کسی کو بھی قتل کا یقین نہ ہوا اگر حضرت مسیح آسمان پر چلے گئے تھے[1] اور ان کا ہم شکل مصلوب ہوا تھا تو پھر شک کیسا اور علم کا نہ ہونا کیا معنی اور یہ کہنے کی کیا ضرورت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (النساء ع) اور انہوں نے اس کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا (۴-۱۵۶) اس مقام پر صلیب کا کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ صرف قتل کی نفی کی اور اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تھی اس سے نفی قتل بالصلیب مراد تھی نہ کہ مطلق صلیب کی گویا حضرت مسیح قتل اور صلیب کی لعنتی موت سے نہیں مرے یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (النساء ع) بلکہ اللہ نے اسے اپنا قرب عطا فرمایا اور اللہ غالب حکمت والا ہے (۴-۱۵۶)

---

[1] بلاشبہ یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اگر حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے تھے تو پھر یہودیوں نے یہ کیوں کہا "اسرائیل کا بادشاہ مسیح اب صلیب سے اتر آئے تاکہ ہم دیکھ کر ایمان لائیں" (مرقس ۱۵-۳۲) اگر یہ کہا جائے کہ یہودیوں کو دھوکا لگا وہ دوسرا شخص تھا مسیح نہیں تھا تو پھر اس وقت اس شخص کو کیا عذر تھا کہ یہ نہ کہا کہ بھائیو میں تو مسیح نہیں ہوں کیونکہ مسیح تو اپنا معجزہ دکھا کر آسمان پر چلا گیا۔ اور تم ایسے شخص کو جو بالکل بے قصور ہے صلیب دے رہے ہو۔ علاوہ ازیں اگر حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور کوئی دوسرا شخص ان کی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ تو پھر اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہونا چاہئے تھا اور کوئی ضمیر بھی اس کی طرف راجع ہونی چاہئے تھی۔ اب اس کا کوئی ذکر قرآن پاک میں نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیح ہی صلیب پر لٹکائے گئے تھے نہ کہ کوئی دوسرا شخص جس کی طرف کوئی ضمیر نہیں جاتی۔

Marfat.com

دراصل یہودی تو حضرت مسیحؑ کو قتل اور صلیب کی موت دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے۔ کہ وہ لعنتی موت سے مر کر خدا کی رحمت سے دُور ہو گیا کیونکہ اسکی روح شیطان کی طرف گئی۔ مگر اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ انہیں طبعی موت دے کر اور قتل اور صلیب کی موت کی نفی کر کے اپنا مقرّب بنانا چاہتا تھا تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کی رحمت کے نزدیک ہیں اور اُن کی رُوح اللہ کی طرف گئی کیونکہ لعنتی کے بالمقابل مقرّب کا ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے یہی باعث ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے رفع کا لفظ استعمال کیا گیا۔ جس سے اللہ تبارک تعالیٰ کو یہودیوں اور عیسائیوں کے اس باطل عقیدے کی کہ وہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے لعنتی ہوا تردید کرنا منظور تھا حقیقتاً اللہ تعالیٰ رسولوں کے درجات ہی بلند کرتا ہے کیونکہ اس کی صفت رفیع الدرجات ہے نہ کہ رفیع الاجسام صاف ظاہر ہے کہ جسم اللہ کی طرف نہیں جاتا بلکہ روح جاتی ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ ع ۱۹) ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (۲-۱۵۶) وَقَالَ اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ (العنکبوت ع ۳) اور کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں (۲۹-۲۶) وَقَالَ اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (والصّٰفّٰت ع ۳) اور اس (ابراہیم) نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانیوالا ہوں مسلمانوں کا چودھواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کا وفات پانے سے پہلے ہی آسمان پر جسم سراسر اس آیت کے خلاف ہے (اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ

لہ کرنا وما قتلوہ وما صلبوہ کے الفاظ کو بل رفعہ اللہ کے معنوں کے ساتھ باقی برصفحہ ۲۳۳

وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل عمران ع۷) جب اللہ نے کہا اے عیسےٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں اور تجھے اُن (کے الزام) سے پاک کرنیوالا ہوں جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے انکار کیا قیامت کے دن تک فوقیت دینے والا ہوں۔

(۳ - ۵۴) اللہ نے مذکورہ بالا چار وعدے اس وقت حضرت عیسےٰ کے ساتھ کئے تھے جب کہ یہودی انہیں قتل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (آل عمران ع۷) اور انہوں (یہودیوں) نے تدبیر کی اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے" (۳/۵۴) یہودی تو حضرت عیسیٰؑ کو قتل اور صلیب کی موت سے مارنا چاہتے تھے مگر اس کے بالمقابل اللہ انہیں طبعی موت سے وفات دینا چاہتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۳ : اپنے پاس سے آسمان کا لفظ لگا کر یہ استدلال کر لیا کہ اللہ نے انہیں وفات دینے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھا لیا اور رفع سے پہلے جو اللہ کا وعدہ ان کو وفات دینے کا تھا اسے نظر انداز کر کے مجمل دیا اور یہ عقیدہ بنا لیا کہ آسمان سے اترنے کے بعد وہ وفات پائیں گے یہ ہے ملائے اسلام کا فہم قرآن جو صدیوں سے مسلمانوں کی راہنمائی کر رہا ہے حالانکہ رفع سے پہلے وفات دینے کا مطلب یہی تھا کہ حضرت مسیحؑ کا روحانی رفع ہو نہ کہ جسمانی حقیقت مذکورہ بالا چار وعدے جو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کئے گئے تھے وہ سب کے سب پورے ہو چکے ہیں اِن کے علاوہ اگر اللہ کا کوئی یہ وعدہ بھی ہوتا کہ ہم حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لینگے اور پھر انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجیں گے تو اس کا ذکر بھی اسی جگہ ہونا چاہئے تھا اب کسی اور وعدے کا نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نہ تو آسمان پر اٹھائے گئے اور نہ ہی وہ دوبارہ دنیا میں آئینگے۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ اُن کے لئے مُتَوَفِّیکَ کے الفاظ استعمال کئے گئے بلاشبہ جب خدا فاعل اور مفعول ذی روح اور باب تفعّل ہو تو اس وقت توفّی کے معنی رُوح قبض کرنے کے ہوتے ہیں خواہ موت کے وقت یا نیند میں جسم لینے کے ہر گز نہیں ہوتے جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے "مُتَوَفِّیکَ مُمِیتُکَ (بخاری کتاب التفسیر سورہ مائدہ) اب ہمارے علمائے کرام یہ سمجھتے ہوئے کہ "مُتَوَفِّیکَ" کے معنی وفات دینے کے ہی درست ہیں مگر چونکہ اُن کے اس عقیدے پر کہ حضرت عیسٰےؑ وفات پانے سے پہلے ہی آسمان پر اُٹھا لئے گئے تھے ایک بڑی زد پڑتی ہے اس لئے وہ مذکورہ بالا چار عددوں کی ترتیب کو ہی اُلٹ دیتے ہیں بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

اور اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ اگر وعدوں کی ترتیب کو بدل دیا جائے تو پھر اللہ تعالےٰ کے علم میں یہ نقص لازم آتا ہے کہ کیوں نہ اُس نے اِن وعدوں کو اُس ترتیب میں رکھا - جیسا کہ اُس نے پورے کرنے تھے اب وعدوں کی ترتیب کو کچھ بتانا اور اُن کو پورا کسی اور ترتیب میں کرنا اللہ کی شان کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہے البتہ انسان ایسی غلطی کر سکتا ہے کیونکہ اُسے علم غیب نہیں ہوتا مگر جانے اللہ کی دی ہوئی ترتیب کو اُلٹ دینا کونسی عقلمندی ہے بلاشبہ حضرت عیسٰےؑ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کی بنیاد

Marfat.com

مُتَوَفِّیکَ اور رَافِعُکَ کے غلط ترجمہ کرنے اور مذکورہ بالا وعدوں کی ترتیب کے بدلنے پر رکھی ہوئی ہے حالانکہ "رَافِعُکَ" کے الفاظ "مُتَوَفِّیکَ" کے بعد آئے ہیں جن پر اتنا بھی غور نہیں کیا جاتا کہ اگر حضرت عیسٰےؑ کی وفات نہیں ہوئی تو پھر اُن کا رفع بھی نہیں ہُوا وَعْدَ اللّٰہِ ۚ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (الزمرؑ) اللہ نے یہ وعدہ کیا ہوا ہے اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا (۳۹ - ۲۰) دوسرے! وفات کے بعد رفع کا ہونا روحانی ہے نہ کہ جسمانی چونکہ رفع سے پہلے حضرت مسیحؑ کی وفات ماننے سے مسلمانوں کے اس رسمی عقیدے پر کہ وہ وفات پانے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے ایک بڑی سخت زد پڑتی ہے۔ لہٰذا وہ خدا کی وعدہ شکنی کو تو قبول کر لیں گے مگر اپنے اِس باطل عقیدہ سے باز نہیں آئیں گے۔ ایسے مسلمانوں پر یہ مثال خوب صادق آتی ہے "خصم چھوڑے مگر رسم نہ چھوڑے" اللہ کے وعدے کو تو جھٹلا دیں گے مگر اپنے رسمی عقیدے کو نہیں توڑیں گے کیا خوب ہی ایمان ہے بفرض محال اگر اِس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اللہ نے حضرت عیسٰیؑ کو زندہ ہی آسمان پر اُٹھا لیا تھا۔ جہاں انسانوں کی کوئی آبادی نہیں۔ کہ وہ کسی انسان سے کوئی بات کر سکیں یا کسی کو کوئی تبلیغ کر سکیں یا کسی انسانی سوسائٹی میں بیٹھ سکیں یا کسی رشتہ دار سے ہی مل سکیں تو بلاشبہ ایسی زندگی قید تنہائی کی سزا ہے جو بڑے مجرموں کو دی جاتی ہے پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ اِس قید تنہائی کی کوئی میعاد مقرر نہیں

لہ کیونکہ اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

Marfat.com

صدیاں گذر گئیں مگر سزا ختم نہیں ہوتی ۔حالانکہ انسانی مجسٹریٹ بھی جب کسی مجرم کو قید تنہائی کی سزا دیتا ہے تو اُس کی کچھ میعاد بھی مقرر کر دیتا ہے ۔علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ انسانی جسم بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا ۔یہ آیت اس پر گواہ ہے وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (الانبیاء ع) اور ہم نے اُن کے ایسے جسم نہ بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں (۲۱-۸) اگر حضرت مسیحؑ کو وہاں کھانا بھی مہیا کر دیا جاتا ہے تو پھر وُہ مُکتے موتے بھی ضرور ہیں ۔ جس کی صفائی کیلئے بھی وہاں ضرور کوئی انسانی کارکن ہونے چاہئیں کیونکہ مادی چیز کو مادہ سے ہی بنا ہُوا اٹھائے گا نہ کہ فرشتے بہرحال یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ وفات پانے سے پہلے ہی بجسد عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے تھے قطعاً غلط ہے کیونکہ اس پر ایسے اعتراض وارد ہوتے ہیں جن کا جواب مسلمان دے نہیں سکتے۔ مثلاً جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (الاعراف ع) کہا اسی میں تم جیو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے (۷-۲۵) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتًا (المرسلات ع) کیا ہم نے زمین کو سمیٹ لینے والی نہیں بنایا؟ (کیا) زندوں کو اور (کیا) مردوں کو؟ (۷۷-۲۵-۲۶) تو پھر حضرت مسیحؑ کو بغیر کسی وجہ کے آسمان پر اُٹھانے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ قادر مطلق حضرت مسیحؑ کو اُن کے دشمنوں سے اسی زمین پر نہیں بچا سکتا تھا علاوہ ازیں اللہ نے اُنہیں آسمان پر اُٹھا کر اور کئی صدیاں وہاں رکھ کر لوگوں کو کیا فائدہ پہنچایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کوئی عبث کام نہیں کرتا

اگر وہ اتنا عرصہ اپنی اُمّت میں ہی رہتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ کم از کم اُنہیں گمراہی سے تو باز رکھتے دراصل مسیحؑ کا بجسد عنصری آسمان پر اُٹھایا جانا اس آیت کے بھی خلاف ہے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طٰہٰ ع۲) اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور (پھر) تمہیں دوسری دفعہ نکالیں گے (۲۰-۵۵) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی زندگی تو زمین پر گذارنی ہے جس جگہ اس کی روزی کے سامان رکھے گئے ہیں یہ آیت اس پر گواہ ہے وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (الاعراف ع۱) اور یقیناً ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور تمہارے لئے اس کے اندر روزی کے سامان رکھے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو (۷-۱۰) نہ کہ آسمان پر جہاں انسان کی روزی کے لئے سامان نہیں۔ مگر یہ نکتہ ایسے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا علاوہ ازیں میں اس بات کے بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ جو لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلانے اور اس کے وعدوں کو جھٹلانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں وہ یقیناً اپنے آپ کو عذاب الیم کا مستحق بناتے ہیں یہ آیت اس پر شاہد ہے وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ (السباء ع۱) اور جو لوگ ہماری آیتوں کے ہرانے میں کوشش کرتے ہیں ان کے لئے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے (۳۴-۵) بلاشبہ ان مسلمانوں کو یہ کہنے میں

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو اپنے وعدہ کے خلاف وفات دینے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھا لیا تھا اس آیت پر غور کر کے اپنے غلط عقیدوں کی اصلاح کرنی چاہیئے ورنہ خدا کی آیات کو جھٹلا کر عذاب الٰہی کا مستحق بننا پڑے گا سعید لوگ نصیحت کو مان لیتے ہیں۔ مگر بدبخت اس سے دور رہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی باتوں کو مسلمانوں کا پندرہواں مبالغہ۔ حضرت مسیحؑ کا آسمان سے اترنا۔

برادرانِ اسلام کا یہ عقیدہ سراسر اس آیت کے خلاف ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ ط. (الصف ع۲) اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا اُس کا نام احمدؐ ہے (۶۱-۶) اِس آیت میں حضرت عیسےٰؑ یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ ایک احمدؐ رسول میرے بعد آئے گا۔ مگر مسلمان اِس کے اُلٹ یہ کہتے ہیں کہ محمدؐ رسول اللہؐ کے بعد حضرت عیسےٰؑ آئیں گے گویا حضرت عیسےٰ کے الفاظ "میرے بعد" کے معنی وفات کے نہیں لیتے مگر آنحضرتؐ کے الفاظ "میرے بعد کوئی نبی نہیں" کے معنی وفات کے ہی لے لیتے ہیں حالانکہ جس رسول کے آنے کی خوشخبری دی جاتی تھی وہ ہمیشہ اپنے بشارت دینے والے کی وفات کے بعد ہی آیا چنانچہ حضرت مسیحؑ نے بھی یہی کہا کہ میری وفات کے بعد احمدؐ رسول آئے گا یہ آیات اِس پر گواہ ہیں" اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشیگا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے (یوحنا ۱۴-۱۶) لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے

لہ جبکہ قرآن کریم اور حدیث شریف سے حضرت عیسےٰؑ کا دوبارہ دنیا میں آنا ثابت نہیں ہوتا اسی طرح سے آنا بھی ثابت نہیں ہوتا

Marfat.com

لیکن اگر میں جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دونگا (یوحنا ۱۶ - ۷) یہ پیشگوئی آنحضرت پر نہایت صفائی سے صادق آتی ہے کہ آپ ابد تک ہمارے ساتھ ہیں اسلئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کا کوئی ذکر نہیں کیا جس میں یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ آخری نبی ہیں مگر افسوس اس آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء ۱۵۹) اور جتنے اہل کتاب ہیں ضرور ان کے مرنے سے پہلے سب کے سب اُن پر ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا (۴ - ۱۵۹) کی ضمیروں کو حضرت مسیح نبی اللہ کی طرف پھیر کر اور اس کی غلط تاویل کر کے نہ صرف حیات مسیح بلکہ اُن کا دوبارہ آنا بھی تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ یہ ترجمہ اور تفسیر ایک تو اس لحاظ سے غلط ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے بعد نبی کی ضرورت ہے دوسرے اس سے کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے گویا وہ اُس وقت کے نبی ہوں گے کیونکہ ایمان تو نبی پر لایا جاتا ہے نہ کہ مجدد پر حالانکہ تمام اہل کتاب کا حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا صریحاً قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے (الف) وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران ۵۶) اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں اُن پر جنہوں نے تیرا انکار کیا قیامت کے تک غلبہ دینے والا ہوں (۳ - ۵۴) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کے ماننے والے اس کے نہ ماننے والے یہودیوں پر قیامت کے دن تک غالب رہیں گے اور یہودی مغلوب ہو کر رہیں گے (ب) وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (المائدہ ۶۴) اور ہم نے اُن (یہودیوں) کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا (۵ - ۶۴) اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہودی قیامت کے دن تک رہیں گے اور تمام اہل کتاب کبھی بھی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہم خیال نہیں ہوں گے اگر وہ سب کے سب قیامت کے دن سے پہلے ہی حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں اور ان میں کوئی دشمنی اور بغض نہ رہے تو پھر خدا کے کلام غیب میں نقص لازم

Marfat.com

آتا ہے تیسرے اس سبب سے کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں یہ آیت اس پر شاہد ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب ع۵) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں (۳۳-۴۰) بلاشبہ خاتم الانبیاء وہ نبی ہوتا ہے جس کے بعد کسی نبی کی خواہ پرانا ہو یا نیا ضرورت نہ رہے تو پھر حضرت عیسےٰؑ کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟ چوتھے اس قرینہ سے کہ جب حضرت عیسےٰؑ کے دوبارہ آنے پر تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لے آئیں گے تو پھر اُن کا قیامت کے دن اُن پر گواہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا پانچویں اس نظریہ سے کہ حضرت عیسےٰؑ کے آسمان سے اترنے کے بعد بھی اس آیت سے اُن کی حیات ہی ثابت رہے گی اور قرآن مجید کی رُو سے وفات کبھی بھی ثابت نہ ہو سکے گی کیونکہ اُن کی وفات کے بعد بھی قرآن حکیم میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ دراصل زیر بحث آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء ع۲۲) اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لے آتا ہے اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا (۴/۱۵۹) اور صحیح تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کی ضمیریں اپنے اپنے مرجع کے مرجع اہل کتاب اور صلیب کے واقعہ کی طرف جاتی ہیں گویا یہود و نصاریٰ میں سے کوئی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر لعنتی موت سے مر گئے مگر مرنے کے بعد اُسے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰؑ کا صلیب پر مرنا غلط تھا۔ اور قیامت کے دن حضرت مسیحؑ اُن پر گواہ ہوں گے یعنی اہل کتاب کا اپنی زندگی میں جو عقیدہ تھا اُس کے برخلاف گواہی دیں گے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ اس دنیا میں دوبارہ نہیں آئیں گے۔ اگر وہ آجائیں تو پھر اُن کی قیامت کے دن کی گواہی دنیا میں ہی پوری ہو جائے گی جس سے خدا کے علم غیب میں بھی یہ نقص لازم آتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کی گواہی بجائے قیامت کے دن ہونے کے پہلے ہی ہو گئی۔
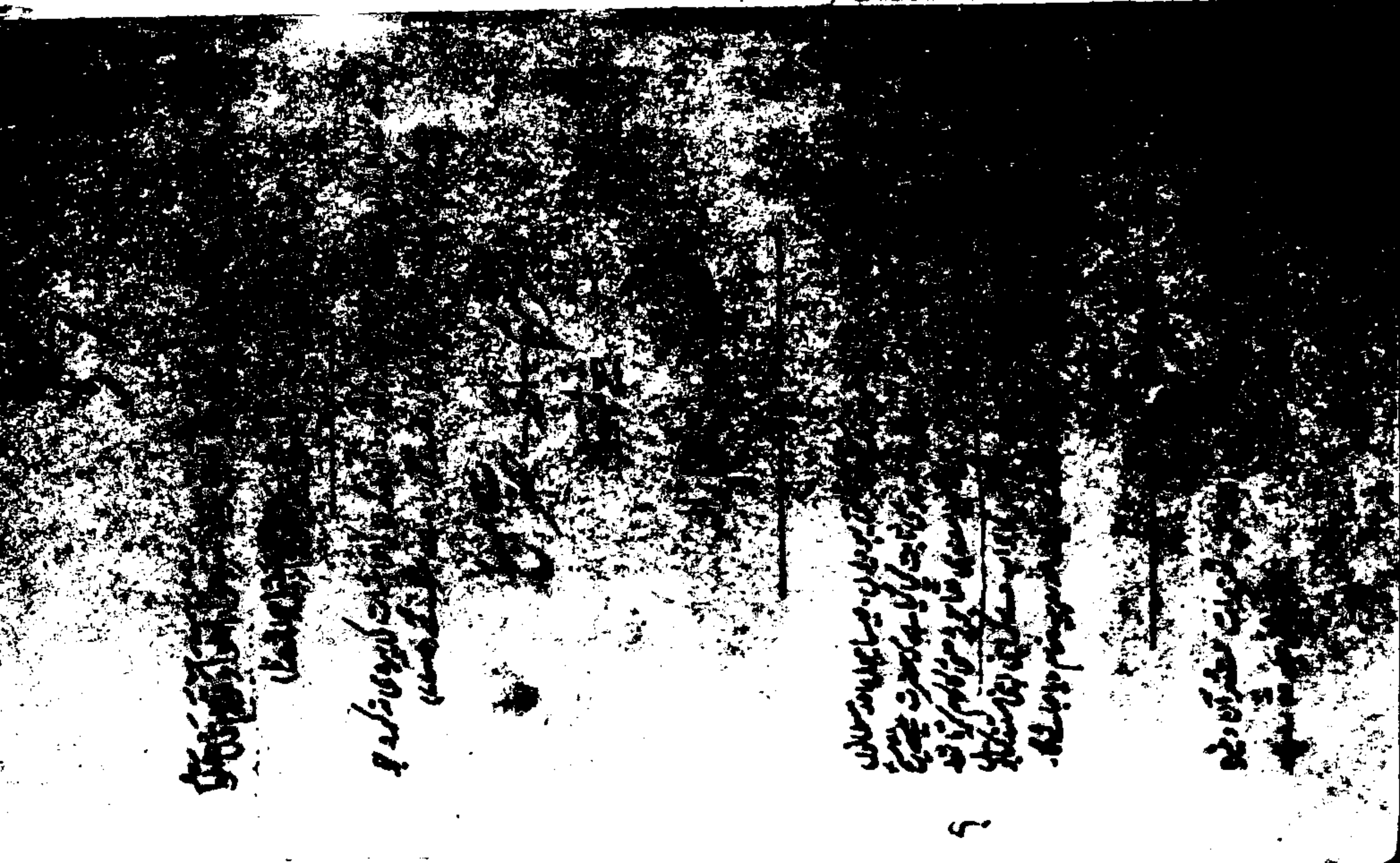
Marfat.com